

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

زمانہ حال میں مسلمانوں کی جماعت کے لیے لفظ ”قوم“ کا استعمال بڑی کثرت کے ساتھ کیا گیا ہے، اور انکی اجتماعی ہئیت کے لیے ”قومیت“ کا لفظ عموماً اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے۔ لیکن اس لفظ کے استعمال میں ایک اصولی غلطی پوشیدہ ہے جس پر تنبیہ کی ضرورت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اپنی اجتماعی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لیے ہم اسی اصطلاح سے کام لے لیں جو ہماری زمانہ میں اس مفہوم کے لیے استعمال کی جاتی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ اہل جاہلیت کی وضع کردہ اصطلاح ہے، اور اس کو قبول کرنے سے صحیح مقصد مدعا کے ساتھ ساتھ جاہلی تصورات بھی آپ سے آپ راہ پا لیتے ہیں۔ اہل جاہلیت نے ”قومیت“ کو کبھی خالص تہذیبی بنیاد پر قائم نہیں کیا، نہ قدیم جاہلیت کے دور میں اور نہ جدید جاہلیت کے دور میں۔ ان کے دل و دماغ کے ریشوں میں سلی اور روایتی علاقائی محبت اس طرح پلا دی گئی ہے کہ وہ سلی روابط اور تاریخی روایات کی وابستگی سے ”قومیت“ کے تصور کو کبھی الگ نہ کر سکے۔ جس طرح قدیم عرب میں ”قوم“ کا لفظ عموماً ایک نسل یا ایک قبیلہ کے لوگوں پر بولا جاتا تھا اسی طرح آج بھی لفظ ”نیشن“ کے مفہوم میں مشترک جنسیت (Common descent) کا تصور لازمی طور پر شامل ہے۔ اور یہ چیز جو کربنیا کی طور پر اسلامی تصور اجتماع کے خلاف ہے اس وجہ سے قرآن میں ”قوم“ اور اسکے ہم معنی دوسرے الفاظ مثلاً ”شعب“ وغیرہ کو مسلمانوں کی جماعت کے لیے اصطلاح کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ ایسی اصطلاح اس جماعت کے لیے کیونکر اختیار کی جاسکتی تھی جس کے اجتماع کی اساس میں خون اور خاک اور رنگ اور اس نوع کی دوسری چیزوں کا قطعاً کوئی دخل نہ تھا، جس کی تالیف و ترکیب محض

اصول اور مسلک کی بنیاد پر کی گئی تھی، اور جس کا آغاز ہی ہجرت اور قطع نسب اور ترک علاقہ مآذی سے ہوا تھا۔

قرآن نے جو حفظ مسلمانوں کی جماعت کے لیے استعمال کیا ہے وہ جناب ہے، جس کے معنی پارٹی کے ہیں۔ ”قومیں“ نسل و نسب کی بنیاد پر ملتی ہیں، اور پارٹیاں اصول و مسلک کی بنیاد پر بنتی ہیں۔ اس لحاظ سے مسلمان حقیقت میں ”قوم“ نہیں ہیں بلکہ ایک ”پارٹی“ ہیں، کیونکہ ان کو تمام دنیا سے الگ، اور ایک دوسرے سے وابستہ صرف اس بنا پر کیا گیا ہے کہ یہ ایک اصول اور مسلک کے معتقد و متبع ہیں، اور جن سے ان کا اصول و مسلک میں شراک نہیں وہ خواہ ان سے قریب ترین مآذی رشتے ہی کیوں نہ رکھتے ہوں، ان کے ساتھ ان کوئی میل نہیں ہے۔ قرآن روئے زمین کی اس پوری آبادی میں صرف دو ہی پارٹیوں کو جانتا ہے۔ ایک اللہ کی پارٹی (حزب اللہ)۔ دوسری شیطان کی پارٹی (حزب الشیطان)۔ شیطان کی پارٹی میں خواہ ہم اصول اور مسلک کے اعتبار سے کتنے ہی اختلافات ہوں، قرآن ان سب کو ایک سمجھتا ہے کیونکہ ان کا وطن فکر اور طریق عمل بہر حال اسلام نہیں ہے، اور جزئی اختلافات کے باوجود بہر حال وہ شیطان کے اتباع پر متفق ہیں :

شیطان ان پر غالب آگیا اور اس نے خدا سے انہیں	سَخَّوْذَٰبِكُمْ الشَّيْطٰنُ فَاٰنْسَلَمْهُم
خائل کر دیا۔ وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں اور	ذُكِرَ لِلّٰهِ، اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ
جان رکھو کہ شیطان کی پارٹی والے ہی نامراد	اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ
رہتے ہیں۔	(المجادلہ - ۳)

برعکس اس کے اللہ کی پارٹی والے خواہ نسل اور وطن اور زبان اور تاریخ اور روایات کے اعتبار سے باہم کتنے ہی مختلف ہوں، بلکہ چاہے ان کے آباؤ اجداد میں باہم خونیں عداوتیں ہی کیوں نہ رہ چکی ہوں،

جب وہ خدا کے بتائے ہوئے طریق فکر اور مسلک حیات میں متفق ہو گئے تو گویا الہی رشتے (سَبَبِ اللّٰهِ) سے باہم جڑ گئے۔ اور اس نئی پارٹی میں داخل ہوتے ہی ان کے تمام تعلقات حزب الشیطان والوں سے کاٹ گئے۔

پارٹی کا یہ اختلاف باپ بیٹے تک کا تعلق توڑ دیتا ہے، حتیٰ کہ بیٹا باپ کی وراثت تک نہیں پاسکتا (لا یتوارث اهل ملتین) پارٹی کا یہ اختلاف بیوی کو شوہر سے جدا کر دیتا ہے حتیٰ کہ اختلاف رونما ہوتے ہی زوجین پر ایک دوسرے کی مواصلت حرام ہو جاتی ہے محض اس لیے کہ دونوں کی زندگی کے راستے جدا ہو چکے ہیں (اَلَا تُحِبُّونَ حِلَّ قَوْمٍ وَّ اَلَا تُحِبُّونَ كُفْرًا)۔ پارٹی کا یہ اختلاف ایک برادری، ایک خاندان کے آدمیوں میں پورا متعلقہ کر دیتا ہے حتیٰ کہ حزب اللہ والے کے لیے حرام ہو جاتا ہے کہ اپنی نسلی برادری کے ان لوگوں میں شادی بیاہ کرے جو حزب الشیطن سے تعلق رکھتے ہوں (وَاَلَا تُحِبُّونَ الْمَشْرِكِ حَتّٰی یُؤْمِنَ وَاَلَا مَثَرَةٌ خَیْرٌ وَّ اَمِنٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ)۔ لہذا سبب تکمیر و اَلَا تُحِبُّونَ الْمَشْرِكِ حَتّٰی یُؤْمِنَ وَاَلَا مَثَرَةٌ خَیْرٌ وَّ اَمِنٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ)۔ پارٹی کا یہ اختلاف نسلی قومیت کا تعلق مٹ کاٹ ہی نہیں دیتا بلکہ دونوں میں ایک مستقل نزاع برپا کر دیتا ہے وَاَمَّا تَاَمُّ رَهْبٰتِیْ ہے تا وقتیکہ وہ اللہ کی پارٹی کے اصول تسلیم نہ کریں:

تہارے لیے بہترین نمونہ ابراہیم اور اس کے	قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اٰسَآءٌ حَسَنَةٌ
ساتھیوں میں ہے کہ انہوں نے اپنی قوم والوں سے صاف	فِيْ اٰبْرٰهِيْمَ وَاٰلِیْنِ مَعَهُ اِذْ قَالُوْا
کہدیا کہ ہمارا تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے	لَقَدْ صَدَّقَ اٰرَآؤُنَا بِرَبِّہٖمْ وَاٰمَنُوْا بِمَا عٰبَدُوْا
کوئی واسطہ نہیں جن کی تم خدا کو چھوڑ کر بنیگی کرتے	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا
ہو، ہم تم سے منکر ہو چکے اور ہمارے بہتار دینیان	بَیْنَہُمْ وَاَبٰیۤہُمْ اَلْعَدٰوۃُ وَ اَلْبَغْضَآءُ
ہمیشہ کیلئے دشمنی پر لگی تا وقتیکہ تم خدا کے واحد پر	اٰبٰہِۤہُمْ اَحْتٰیۤہُمْ تُوْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ حٰدٍ ؕ

ایمان نہ لاؤ۔ مگر تمہارے لیے ابراہیم کے اس قول میں نمونہ نہیں ہے کہ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ

إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لِمَ تَسْتَعْفِفُ
لَكَ (الممتحنہ - ۱)

میں تیرے لیے مغفرت کی دعا کرونگا۔

ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا کرنا محض اس وعدے کی بنا پر تھا جو وہ اس سے کر چکا تھا۔ مگر جب اس پر کھل گیا کہ اس کا باپ خدا کا

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ
لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا
إِبْرَاهِيمُ لَأَبِيهِ إِذْ قَالَ لِلَّهِ رَبِّكَ إِنِّي مَرُّوا
وَدُخْنٌ هِيَ تُوَدُّهُ اس سے دست بردار ہو گیا۔

پارٹی کا یہ اختلاف ایک خاندان والوں اور قریب ترین رشتہ داروں کے درمیان بھی محبت کا تعلق حرام کو دینا ہے حتیٰ کہ اگر باپ اور بھائی اور بیٹے بھی حزب الشیطان میں شامل ہوں تو حزب اللہ والا اپنی پارٹی سے غداری کر گیا اگر ان سے محبت رکھے :

تم ایسا ہرگز نہ پاؤ گے کہ کوئی جماعت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان بھی رکھتی ہو اور پھر اللہ اور رسول کے دشمنوں سے دوستی بھی رکھے، خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔۔۔ یہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں اور جان رکھو کہ اللہ

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
أَلَيْعَهُمُ الْأَخِرَ لَعَادُونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ
أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ
أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ لَمُغْلَبُونَ (المجادلہ ۱۳)

کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔

پارٹی ہی کے مفہوم میں دوسرا لفظ جو قرآن نے استعمال کیا ہے وہ لفظ "امت" ہے۔ حدیث میں

بھی یہ لفظ کثرت سے مستعمل ہوا ہے۔ "امت" اس جماعت کو کہتے ہیں جس کو کسی امر جامع نے مجتمع کیا ہو، لہذا

معنی میں امت ہیں کہ ایک عقیدہ، ایک طریق فکر، ایک مسلک زندگی، ایک مقصد حیات اور ایک عملی پروگرام پر یہ مجتمع ہوتے ہیں۔

تیسرا اصطلاحی لفظ جو مسلمانوں کی اجتماعی حیثیت ظاہر کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت

استعمال کیا ہے وہ لفظ "جماعت" ہے، اور یہ لفظ "حزب" کی طرح بالکل پارٹی کا ہم معنی ہے۔ حلیکہ الجماعۃ

اور ید اللہ صلی الجماعۃ وغیرہ احادیث پر فرور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

لفظ "قوم" یا "شعب" یا اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ استعمال کرنے سے قصداً احتراز فرمایا اور ان کی جگہ

بالاسلام "جماعت" ہی کی اصطلاح استعمال کی۔ آپ نے یہ کبھی نہ فرمایا کہ "ہمیشہ قوم کے ساتھ رہو" یا "قوم کے بغیر

اسلام نہیں"، یا قوم پر خدا کا ہاتھ ہے۔ بلکہ ایسے تمام مواقع پر آپ جماعت ہی کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ جسکی وجہ

صرف یہ ہے اور یہی ہو سکتی ہے کہ مسلمانوں کے اجتماع کی نوعیت ظاہر کرنے کے لیے "قوم" کے بجائے جماعت

اور حزب اور پارٹی کے الفاظ ہی زیادہ مناسب ہیں۔ قوم کا لفظ جن معنوں میں عموماً مستعمل ہوتا ہے ان کے

محاط سے ایک شخص خواہ کسی مسلک اور کسی اصول کا پیرو ہو ایک قوم میں شامل رہ سکتا ہے جبکہ وہ اس قوم میں پیدا

ہوا ہو اور اپنے نام، طرز زندگی اور معاشرتی تعلقات کے اعتبار سے اس قوم کے ساتھ منسلک ہو۔ لیکن

پارٹی، جماعت اور حزب کے الفاظ جن معنوں میں مستعمل ہوتے ہیں ان کے محاط سے اصول اور مسلک ہی پر پارٹی

میں شامل ہونے سے خارج ہونے کا مدار ہوتا ہے۔ آپ ایک پارٹی کے اصول و مسلک سے ہٹ جانے کے

بعد ہرگز اس میں شامل نہیں رہ سکتے، نہ اس کا نام استعمال کر سکتے ہیں، نہ اس کے نمائندے بن سکتے ہیں، نہ

اس کے مفاد کے محافظ بن کر نمودار ہو سکتے ہیں، اور نہ پارٹی والوں سے آپ کا کسی طور پر تعاون ہو سکتا ہے۔ اگر

آپ یہ کہیں کہیں پارٹی کے اصول و مسلک سے تو متفق نہیں ہوں، لیکن میرے ماں باپ اس پارٹی کے ممبر

ہیں اور میرا نام اسکے ممبروں سے ملتا جلتا ہے اس لیے مجھے بھی ممبروں کے سے حقوق ملنے چاہئیں، تو آپ کا

یہ استدلال اتنا مضحکہ انگیز ہوگا کہ شاید سنسنے والوں کو آپ کی دماغی حالت پر شبہ ہونے لگے گا۔ لیکن پارٹی ٹوٹنوکا کے تصور سے بدل ڈالیے، پھر ایسی تمام حرکات کرنے کی گنجائش نکل آتی ہے۔

حزب اللہ کے ارکان میں یک جہتی، اور ان کی اجتماعی زندگی میں یکسانی پیدا کرنے اور ان کو ایک سوامی بنانے کے لیے حکم دیا گیا تھا کہ تم آپس ہی میں شادی بیاہ کرو۔ اس کے ساتھ ہی ان کی اولاد کے لیے تعلیم و تربیت کا ایسا انتظام کیا گیا تھا کہ وہ خود بخود پارٹی کے اصول و مسلک کے پیرو بن کر اٹھیں اور تبلیغ کے ساتھ ساتھ افزائش نسل سے بھی پارٹی کی قوت بڑھتی رہے۔ یہیں سے اس پارٹی کے ”قوم“ بننے کی ابتدا ہوئی اور اس کے بعد مشترک معاشرت، نسلی تعلقات، اور تاریخی روایات نے ان کے درمیان قومیت کو زیادہ مستحکم کیا۔

اس حد تک تو جو کچھ ہوا بالکل درست تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ مسلمان اس حقیقت کو بھولتے چلے گئے کہ وہ دراصل ایک پارٹی ہیں اور پارٹی ہونے کے حیثیت ہی پر ان کی قومیت کی اساس رکھی گئی ہے۔ یہ نسیان کا جذبہ ایک مدت تک مسلمانوں کو لاحق رہا ہے اور بڑھتے بڑھتے اب یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ پارٹی کا تصور بالکل گم ہو گیا۔ مسلمان اب صرف ایک قوم بن کر رہ گئے ہیں، اور اس قومیت کا تصور انکے ذہن میں ویسا ہی جاہلانہ تصور ہے جیسا دنیا کی دوسری قوموں میں پایا جاتا ہے۔ جس معنی میں جرمن ایک قوم ہیں، جاپانی ایک قوم ہیں، انگریز ایک قوم ہیں، قریب قریب اسی معنی میں مسلمان بھی اپنے آپ کو ایک قوم سمجھنے لگے ہیں۔ اگر کوئی فرق ہے تو صرف اس قدر کہ دوسری قوموں کا نظریہ قومیت نسلی، جغرافیائی اور لسانی حدود میں محدود ہے اور اسکے برعکس مسلمان ابھی تک ایک وسیع بین الاقوامی نژاد کے نظریہ کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن اسلام محض بین الاقوامیت کا نام تو نہیں ہے۔ اصل چیز تو وہ اصول اور مسلک ہے جس پر اسلام نے مسلمانوں کو ایک امت بنایا تھا، وہ شیخ جسکو پورا کرنے کیلئے اس نے اپنے پیروں کو ایک پارٹی کی شکل میں منظم کیا تھا۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے غیر مسلم قوموں سے قومیت کا جاہلی تصور لے کر اس اسی چیز کو گم کر دیا۔ یہ ایسی بنیادی غلطی ہے، اور اس کے قبیح اثرات اتنے پھیل گئے ہیں کہ احیاء اسلام کے

لیجے کوئی قدم نہیں اٹھ سکتا جب تک کہ اس غلطی کو مٹانہ دیا جائے

ایک پارٹی کے ارکان میں باہمی محبت، ارفاقت اور معاونت جو کچھ بھی ہوتی ہے شخصی یا خانہ دانی شخصیت سے نہیں ہوتی بلکہ صرف اس بنا پر ہوتی ہے کہ وہ سب ایک اصول کے معتقد اور ایک مسلک کے پیرو ہوتے ہیں۔ پارٹی کا ایک رکن اگر جماعتی اصول اور مسلک سے ہٹ کر کوئی کام کرے تو صرف یہی نہیں کہ اس کی مدد کرنا پارٹی والوں کا فرض نہیں ہوتا، بلکہ اس کے برعکس پارٹی والوں کا فرض یہ ہوتا ہے کہ اس کو ایسے باغیانہ اور غدارانہ طرز عمل سے روکیں، نہ ماننے تو اسکے خلاف جماعتی ضوابط کے تحت سخت کارروائی کریں، پھر بھی نہ ملے تو جماعت سے نکال باہر کریں۔ ایسی مثالیں بھی دنیا میں ناپید نہیں ہیں کہ جو شخص پارٹی کے مسلک سے شدید انحراف کرتا ہے اس کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ لیکن ذرا مسلمانوں کا حال دیکھیے کہ اپنے آپ کو پارٹی کے بجائے "مردم" سمجھنے کی وجہ سے کیسی شدید غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ان میں سے جب کوئی شخص اپنے کسی فائدے کے لیے غیر اسلامی اصولوں پر کوئی کام کرتا ہے تو دوسرے مسلمانوں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کی مدد کریں گے اور اگر اس کی مدد نہیں کی جاتی تو شکایت کرتا ہے کہ دیکھو، مسلمان مسلمان کے کام نہیں آتے سفارش کرنے والے اس کی سفارش ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ بھائی ایک مسلمان کا بھلا ہوتا ہے، ایک بھائی کا کام نکلتا ہے، اس کی مدد کرو۔ مدد کرنے والے بھی اگر اس کی مدد کرتے ہیں تو اپنے انجمن کو اسلامی ہمدردی ہی سے موسوم کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہر ایک کی زبان پر بار بار اسلامی ہمدردی، اسلامی برادری، اور اسلام کے رشتہ دینی کا نام آتا ہے حالانکہ درحقیقت اسلام کے خلاف عمل کرنے میں خود اسلام ہی کا سوا اور دینا اور اس کے نام سے کسی کا ہمدردی چاہنا یا کسی کا ہمدردی کرنا صریح لغو بات ہے۔ جس اسلام کا یہ لوگ نام لیتے ہیں اگر حقیقت میں وہ انکے اندر زندہ ہو تو جو یہی کہ ان کے علم میں یہ بات آئے کہ اسلامی جماعت کا کوئی شخص اصول اسلام کے خلاف ناجائز کام کر رہا ہے، ایسکی مخالفت پر کمر بستہ ہو جائیں اور اسے جوہر کے چھوڑیں۔ کسی کا

مرد چاہتا اور کسی کا سفارش کرتا تو درکنار ایک زندہ اسلامی سوسائٹی میں تو کوئی شخص اصول اسلامی کے خلاف عمل کرنے کا نام تک زبان پر نہیں لاسکتا۔ لیکن آپ کی سوسائٹی میں رات دن ہی معاملہ ہو رہا ہے اور اسکی وجہ پورے اسکے اور کچھ نہیں کہ آپ کے اندر جاہلی قومیت آگئی ہے۔ جس چیز کو آپ اسلامی اخوت کہہ رہے ہیں یہ دراصل جاہلی قومیت کا رشتہ ہے جو آپ نے غیر مسلموں سے لیا ہے۔

اسی جاہلیت کا ایک کرشمہ یہ ہے کہ آپ کے اندر ”قومی مفاد“ کا ایک عجیب تصور پیدا ہو گیا ہے، اور آپ اس کو بے تکلف ”اسلامی مفاد“ بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔ یہ نام نہاد اسلامی مفاد یا قومی مفاد کیا چیز ہے؟ یہ کہ جو جو مسلمان کہلاتے ہیں ان کا بھلا ہوا، ان کے پاس دولت آئے، ان کی عزت بڑھے، ان کو اقتدار نصیب ہو، اور کسی دیکھی طرح ان کی دنیا میں جائے، بلا لحاظ اس کے کہ یہ سب فائدے اصول اسلام کی پیروی کرتے ہوئے حاصل ہوں یا خلاف ورزی کرتے ہوئے۔ پیدائشی مسلمان یا خاندانی مسلمان کو آپ ”مسلمان“ کہتے ہیں، چاہے اسکے خیالات اور اسکے طرز عمل میں صفت اسلام کہیں ڈھونڈے بھی نہ ملتی ہو۔ گویا آپ کے نزدیک مسلمان روح کا نہیں بلکہ جسم کا نام ہے، اور صفت اسلام سے قطع نظر کر کے بھی لاکھوں کو مسلمان کہا جاسکتا ہے۔ اس غلط تصور کے ساتھ جن جموں کا اسم ذات آپ نے مسلمان رکھا ہے، انکی حکومت کو آپ اسلامی حکومت، ان کی ترقی کو آپ اسلام کی ترقی، انکے فائدے کو آپ اسلامی مفاد قرار دیتے ہیں، خواہ یہ حکومت اور یہ ترقی اور یہ فوائد سراسر اصول اسلام کے خلاف ہوں۔ جس طرح جرمنیت کسی اصول کا نہیں بلکہ محض ایک قومیت کا نام ہے، اور جس طرح ایک جرمن قوم پرست محض جرمنوں کی سر بلندی چاہتا ہے، خواہ کسی طریقہ سے ہو، اسی طرح آپ نے بھی ”مسلمانیت“ کو محض ایک قومیت بنا لیا ہے، اور آپ کے مسلمان قوم پرست محض اپنی قوم کی سر بلندی کو اپنا صلح نظر سمجھ رہے ہیں، خواہ یہ سر بلندی اصولاً اور عملاً اسلام کے بالکل برعکس طریقوں کی پیروی کا نتیجہ ہو۔ کیا یہ جاہلیت نہیں ہے؟ کیا درحقیقت آپ اس بات کو تعمیری فراموش

ہیں کر گئے ہیں کہ مسلمان صرف اس بین الاقوامی پارٹی کا نام تھا جو دنیا میں انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ایک نظریہ اور ایک عملی پروگرام لے کر اٹھی تھی؟ اس نظریہ اور پروگرام کو الگ کر دینے کے بعد شخصی یا اجتماعی حیثیت سے جو لوگ کسی دوسرے نظریہ اور پروگرام پر کام کرتے ہیں ان کے لیے لفظ مسلمان ہی سرے سے استعمال نہیں کیا جاسکتا کہا کہ ان کے کام کو اسلامی کام کہا جاسکے۔ کیا آپ کبھی سنا ہے کہ جو شخص سرمایہ داری کے اصول پر کام کرتا ہو اس کو "عاشترائی" کے نام سے یاد کیا جائے؟ کیا سرمایہ دارانہ حکومت کو آپ کبھی "اشترائی حکومت" کہتے ہیں؟ کیا فاشستی طرز ادارہ کو آپ جمہوری طرز ادارہ کہتے ہیں؟ اگر کوئی شخص اس طرح اصطلاحوں کو بے جا استعمال کرے تو شاید آپ اسے جاہل اور بے وقوف کہنے میں ذرا تامل نہ کریں گے۔ مگر یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام اور مسلمان کی اصطلاح کو بالکل بے جا استعمال کیا جا رہا ہے اور اس میں کسی کو جاہلیت کی بونگ محسوس نہیں ہوتی۔

مسلمان کا لفظ خود تبادلاً ہے کہ اس کا کوئی مفہوم "اسلام کے پیرو" یا "اسلام کے تابع" کے سوا نہیں ہے۔ یہ لفظ ہندو یا جاپانی یا چینی کی طرح نہیں ہے کہ ایک شخص کی پیدائشی صفت کو ظاہر کرتا ہو اور اسکی ذات کے ساتھ ہر حال میں چپکار ہے۔ بلکہ یہ انسان کی اس خاص فہمی، اخلاقی اور عملی صفت کو ظاہر کرتا ہے جس کا نام اسلام ہے۔ لہذا آپ اس لفظ کو مسلمان کے لیے اُس طرح استعمال نہیں کر سکتے جس طرح آپ ہندو یا جاپانی یا چینی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مسلمان کو مسلمان ہونے کی حیثیت صرف اسی وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ وہ اصول اسلام کے مطابق کام کرے۔ جو یہی کہ وہ اس اصول سے ہٹا، اس سے یہ حیثیت خود بخود منسک ہو گئی۔ اب وہ جو کچھ کرتا ہے اپنی شخصی حیثیت میں کرتا ہے۔ اسے اسلام کا نام استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اسی طور پر مسلمان کا مفاد، مسلمان کی ترقی، مسلمان کی حکومت، مسلمان کی وزارت، مسلمان کی تنظیم اور ایسے ہی دوسرے الفاظ آپ صرف ان مواقع پر بول سکتے ہیں جب کہ یہ چیزیں اصول اسلامی کے مطابق ہوں اور اس مشن کو پورا کرنے والی ہوں جو اسلام لے کر آیا ہے۔ اور اگر یہ بات نہ ہو تو ان چیزوں میں کسی چیز کے ساتھ ہی لفظ

مسلمان کا استعمال درست نہیں۔ آپ ان کو جس دوسرے نام سے چاہیں موسوم کریں، پھر حال مسلمان کے نام سے موسوم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ صفتِ اسلام سے قطع نظر کر کے ”مسلمان“ سرے کوئی شے ہی نہیں ہے۔ آپ کبھی اس بات کا تصور نہیں کر سکتے کہ اشتراکیت سے قطع نظر کر کے کسی شخص یا قوم کا نام اشتراکی ہے، اور اس معنی میں کسی مفاد کو اشتراکی مفاد یا کسی حکومت کو اشتراکی حکومت یا کسی تنظیم کو اشتراکیوں کی تنظیم یا کسی ترقی کو اشتراکیوں کی ترقی کہا جاسکتا ہے۔ پھر آفریدہ مسلمان کے معاملہ میں آپ نے یہ کیوں سمجھ رکھا ہے کہ اسلام سے قطع نظر کر کے مسلمان کسی شخص یا قوم کا ذاتی نام ہے، اور اس کی ہر چیز کو اسلامی کہہ دیا جاسکتا ہے؟

اس غلط فہمی نے بنیادی طور پر اپنی تہذیب، اپنے تمدن اور اپنی تاریخ کے متعلق آپ کو غلط کر دیا۔ جو بادشاہتیں اور حکومتیں غیر اسلامی اصول پر قائم ہوئی تھیں، آپ ان کو ”اسلامی“ کہتے ہیں صرف اس لیے کہ ان کے اور رنگ نشین اتفاق سے مسلمان بھی تھے۔ جو تمدن قرطبہ و بغداد اور وصلی و قاہرہ کے عیش پرست درباروں میں پرورش پایا تھا آپ اسے اسلامی تمدن کہتے ہیں حالانکہ اس کو اسلام سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ آپ جب اسلامی تہذیب کے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو آپ بحث آگے کے تاج محل کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں گویا یہ ہے اس تہذیب کا سب سے زیادہ نمایاں نمونہ۔ حالانکہ اسلامی تہذیب سرے سے یہ ہے ہی نہیں کہ ایک میت کو سپرد خاک کرنے کے لیے ایکڑوں زمین متقل طور پر گھری جائے اور اس پر لاکھوں روپے کی عمارت تیار کی جائے۔ آپ جب اسلامی تاریخ کے مفاد پر بیان کرنے پر آتے ہیں تو جہاں سیوں، سلجوقیوں اور مغلوں کے کارنامے بیان کرتے ہیں، حالانکہ حقیقی اسلامی تاریخ کے نقطہ نظر سے ان کارناموں کا بڑا حصہ آپ نے سے نہیں بلکہ سیاہ روشنائی سے جو دائم کی فہرست میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ کے زاویہ نظر میں یہ کچی عرف اسی لیے پیدا ہوئی ہے کہ آپ مسلمان کی ہر چیز کو اسلامی سمجھتے ہیں اور آپ کا گمان ہے کہ جو شخص مسلمان کہلاتا ہے وہ اگر غیر مسلمان طریق کار بھی اختیار کرے تو اس کے کام کو مسلمان کا کام کہا جاسکتا ہے۔

یہی ٹیڑھا زویہ نظر آپ نے اپنی ملی سیاست میں اختیار کر رکھا ہے۔ اسلام کے اصول و نظریات اور اس کجشن سے بالکل قطع نظر کر کے آپ ایک قوم کو مسلم قوم کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اس قوم کی طرف سے یا اس کے نام سے یا اس کے لیے ہر شخص یا ہر گروہ من مانی کارروائیاں کر سکتا ہے۔ آپ کے نزدیک ہر وہ شخص مسلمانوں کا نمائندہ ملکہ ان کی لیڈر بھی بن سکتا ہے جو مسلمانوں کی قوم سے تعلق رکھتا ہو، چاہے اس غریب کو اسلام کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ ہو۔ آپ ہر اس پارٹی کے ساتھ ٹک چلنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں جس کی پیروی میں آپ کو کسی نوعیت کا فائدہ نظر آتا ہو، خواہ اس کا مشن اسلام کے مشن سے کتنا ہی مختلف ہو۔ آپ خوش ہو جاتے ہیں جب مسلمانوں کو چار روٹیاں ملنے کا کوئی انتظام ہو جائے، خواہ اسلام کی نگاہ میں وہ حرام کی روٹیاں ہی کیوں نہ ہوں۔ آپ پھولے نہیں سماتے جب کسی گجراتی مسلمان آپ کو اقتدار کی کرسی پر بیٹھا نظر آتا ہے، خواہ وہ اس اقتدار کو بالکل اسی طرح غیر اسلامی مقاصد کے لیے استعمال کرے یا جو جس طرح ایک غیر مسلم کر سکتا ہے۔ آپ اکثر ان چیزوں کا نام اسلامی مفاد رکھتے ہیں جو حقیقتہً غیر اسلامی ہیں، ان اداروں کی حمایت و حفاظت پر اپنا زور صرف کرتے ہیں جو اصول اسلام کے بالکل خلاف قائم ہوئے ہیں، اور ان مقاصد کے پیچھے اپنا رویہ کھپاتے اور اپنی قومی طاقت ضائع کرتے ہیں جو ہرگز اسلامی نہیں ہیں۔ یہ نسبتاً سچ ہیں اس ایک بنیادی غلطی کے کہ آپ نے اپنے آپ کو محض ایک قوم سمجھ لیا ہے اور اس حقیقت کو آپ بھول گئے ہیں کہ وہاں آپ ایک بین الاقوامی پارٹی ہیں جس کا کوئی مفاد اور کوئی مقصد اپنی پارٹی کے اصولوں کو دنیا میں حکمران بنانے کے سوا نہیں ہے، بلکہ جس کا ایک من نام سے موجود رہنا ہی بے معنی ہے اگر وہ دنیا میں اپنے اصولوں کو لے کر نہ لے جاتا۔ جب تک آپ اپنے اندر قوم کے بجائے پارٹی کا تصور پیدا نہ کریں گے اور اس کو ایک زندہ تصور نہ بنا لیں گے، دنیا کے کسی معاملہ میں بھی آپ کا رویہ درست نہ ہوگا۔